U33116. Date 30-12-0_

Title - BEEMARI SE BACHO MUTAADI BEEMARIYAN

Creator - Mohd. Hussain Hissaan.

Publisher - Dayal Printing Press (Delhi).

Date - 1945.

Pages - 72.

Subjects - Beemariyan - Mutaadi; Tib - Beemariyan - Mutaadi.
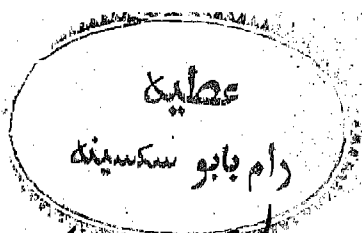
بیماری سے بچو

متعدی بیماریاں

محمد حسین حسان
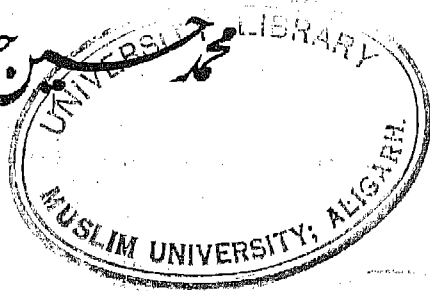
مکتبہ جامعہ

بار دوم ۲۰۰۰ دہلی - نئی دہلی - لکھنؤ - بمبئی نمبر ۳ قیمت ۱۰/

دیال پرنٹنگ پریس دہلی

۱۹۴۵ء

فہرست مضامین
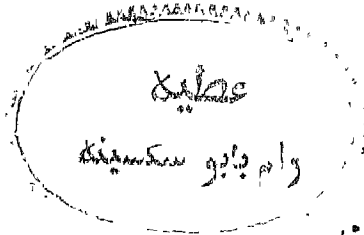
بیماریوں کی جڑ

نظام دین:۔ چودھری صاحب، چودھری صاحب بھائی جلدی نکلئے وقت ہو گیا، جلسہ شروع ہو گیا ہو گا

چودھری:۔ اچھا بھائی ابھی آیا۔ بس دو تین منٹ! ذرا کپڑے پہن لوں۔ (پانچ منٹ بعد چودھری صاحب پگڑی سنبھالتے باہر آتے ہیں)

نظام دین:۔ بھائی آج تو تم نے بہت دیر کر دی ڈاکٹر صاحب کی تقریر شروع ہو گئی ہو گی۔ بس اب چلے چلو۔ ٹھہرنے کا موقع نہیں۔

چودھری:۔ ہاں، ہاں بھائی چلو (کچھ دور چل کر)

ارے یار تم سچ کہتے تھے جلسہ شروع ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب
کچھ تقریر بھی کر رہے ہیں، مگر یہ اندھیرا کیسا ہے۔

نظام دین: تمہیں نہیں معلوم؟ ڈاکٹر صاحب اپنے
ساتھ ایک مشین لائے ہیں، سینما کی مشین۔ ڈاکٹر صاحب
تقریر کرتے جاتے ہیں اور تصویریں دکھاتے جاتے ہیں۔ وہ
دیکھو سامنے ایک پردہ سا پڑا ہے۔ اس پر تصویریں
چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔

چودھری: ہاں، ہاں وہ کیا نظر تو آرہا ہے۔ اچھا
آہستہ سے ادھر چل کر بیٹھ جاؤ۔ کچھ گڑبڑ نہ ہونے پائے
نہیں تو لوگ دل میں برا مانیں گے۔

(ڈاکٹر صاحب کی تقریر کا سلسلہ جاری ہے)

"ہاں تو بھائیو میں کہہ رہا تھا کہ تندرست رہنے کے لئے
جو جو باتیں ضروری ہیں اُن کا خیال رکھا جائے تو اوّل تو بیماری
ہمارے پاس نہ پھٹکے گی۔ خدا نخواستہ بیمار بھی ہو گئے
تو جلدی اچھّے ہو جائیں گے۔

مگر کُچھ بیماریاں ایسی بھی تو ہیں جن میں مضبوط سے
مضبوط اور تندرست سے تندرست آدمی بھی مُبتلا ہو سکتا
ہے۔ ان سے بچنے کی کیا صورت ہے؟ تو بھئی پہلے یہ
سمجھ لو کہ ان کی حقیقت کیا ہے اور آدمی ان میں کیوں کر
مُبتلا ہو سکتا ہے۔ دیکھو سانپ، بچھّو وغیرہ زہریلے جانور
ہیں۔ تُم ان سے ڈرتے ہو۔ بلکہ اپنے بچّوں کو بھی بتا دیتے
ہو کہ ان کے قریب نہ جائیں، مگر کُچھ چیزیں اِن سے

بھی خطرناک ہیں اور بچے تو بچے خود ہم بڑوں کو نہیں معلوم کہ اِن سے
کیسے بچیں. کیوں؟ اس لئے کہ ہمیں بھی اِن کی اصلیت
نہیں معلوم نہ یہ جانتے ہیں کہ کس طرح آدمی ان میں مُبتلا
ہوجاتا ہے. ہمارے بڑے بوڑھوں کو ملیریا یا سل و دق وغیرہ کا
کوئی سبب معلوم نہ تھا. بعض لوگ تو سمجھتے تھے کہ جس طرح
آندھی یا بارش آتی ہے. اُسی طرح یہ وبائیں. اِن کا
کوئی علاج ممکن نہیں بعض لوگوں کے خیال میں بہت سی وبائیں
اور پھیلنے والی بیماریاں ہمارے گناہوں کی سزا کے طور پر قدرت
کی طرف سے بھیجی جاتی ہیں اور یہ ایک حد تک ٹھیک بھی ہے
بہت سی بیماریاں ہم پر اس لئے حملہ کرتی ہیں کہ ہم تندرستی
کے قدرتی اصولوں سے لاپروائی برتتے ہیں یہ بھی ایک گناہ

ہے اور ہمیں اِن گناہوں کی سزا ملتی ہے۔

خیر یہ تو ہوئیں ہمارے بڑے بوڑھوں کی باتیں۔ شروع شروع میں ہمارے ڈاکٹر بھی اس کی اصل وجہ نہیں جانتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بہت ہی کام کی چیز ایجاد ہوئی۔ خورد بین۔ اس خورد بین سے تم ایسی ننھی ننھی چیزیں بھی دیکھ سکتے ہو جو ویسے تمھیں نظر نہیں آسکتیں۔ تو اس خورد بین میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بہت سی خطرناک بیماریوں کا سبب کیڑے ہیں۔ یہ کیڑے اِتنے باریک ہیں، اتنے باریک ہیں کہ ایک معمولی پن کی نوک پر ہزاروں آسکتے ہیں۔ آنکھوں سے تو خیر کیا، اِنھیں بس ہم خورد بین ہی کی مدد سے دیکھ سکتے ہیں۔

ظاہر میں تو یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ ایسی بے حقیقت چیز جو آنکھوں سے بھی نظر نہ آئے، ایسی خطرناک بیماریوں بلکہ موت کا سبب بن سکتی ہے۔ اصل میں ہیں تو یہ اتنے باریک مگر بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں۔ اتنی تیزی سے کہ ہمارے جسم میں داخل ہونے کے بعد دو ہی تین دن میں لاکھوں، کروڑوں کی تعداد تک پہنچ سکتے ہیں، اور اتنی بڑی تعداد ہمارے جسم کو بہت نقصان پہنچا سکتی ہے۔ بس جیسے مردہ جانوروں کی لاش کو کیڑے بالکل ختم کر دیتے ہیں۔

پھیلنے والی یا متعدی بیماریوں طاعون، ہیضہ وغیرہ کی جڑ یہی کیڑے ہیں۔

بہت سے لوگ ان بیماریوں کا الزام قسمت کو

دیتے ہیں۔ مگر میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں اگر کوئی شخص اپنا روپیہ پیسہ کسی محفوظ جگہ تالے میں بند کر کے نہ رکھے تو تم اسے کیا سمجھو گے۔ احمق سمجھو گے نا؟ اور اگر اس کا یہ روپیہ پیسہ چوری چلا جائے تو اس کی ذمے داری بھی قسمت پر رکھی جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ مگر میرے خیال میں اس سے کہیں زیادہ حماقت اور بے وقوفی یہ ہے کہ انسان بیماریوں کے معاملے میں معمولی احتیاطوں سے لاپروائی برتے، اپنی زندگی اور تندرستی کی حفاظت روپے پیسے کی حفاظت سے زیادہ اہم ہے۔ اگر تم کسی بچے کو تالاب میں ڈوبتا دیکھو گے تو فوراً اسے بچانے کی کوشش کرو گے۔ کھڑے کھڑے یہ نہیں سوچتے رہو گے کہ اس کی قسمت میں ڈوبنا

ہے تو اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔

اگر کسی کو بیماریوں کی وجہ اور اُن سے بچنے کے طریقے معلوم نہیں تو وہ ایک حد تک معذور ہے۔ لیکن جاننے کے بعد لاپروائی برتنا تو ایک طرح کی خودکشی ہو گی۔

یہ کیڑے سب خطرناک نہیں ہوتے، اِن میں کچھ تو ہمارے لئے مُفید بلکہ ہماری زندگی کے لئے ضروری ہیں جو کیڑے خطرناک ہیں اُنھیں جراثیم کہتے ہیں۔

بیماری کے کیڑے یا جراثیم اگر ہمارے جسم میں داخل نہ ہو سکیں تو زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر ہم اس کی احتیاط کر سکیں کہ یہ جراثیم ہمارے جسم میں داخل نہ ہونے پائیں تو یوں سمجھو کہ بیماری کی جڑ کٹ گئی۔

بیماری کے یہ کیڑے یا جراثیم آسانی سے مر سکتے ہیں
سخت گرمی، تیز دھوپ یا بعض دوائیوں کے ذریعے اِنھیں
آسانی سے ختم کیا جا سکتا ہے، لیکن جب یہ ہمارے جسم میں
داخل ہو جائیں گے تو کوئی تدبیر کارگر نہ ہو گی۔ کیڑے مارنے
والی دوائیاں زہریلی ہوتی ہیں۔ اِنھیں ہم استعمال کریں گے
تو ان کیڑوں کے مارنے سے پہلے یہ ہمیں ختم کر دیں گی۔

بیماریوں کے کیڑے مختلف طریقوں سے ہمارے جسم
میں داخل ہوتے ہیں۔ کھانسی، انفلوئنزا، زکام اور گلے
کی دوسری بیماریوں کے کیڑے سانس کے ذریعے، ہیضے
وغیرہ کے جراثیم کھانے اور پینے کے ذریعے، طاعون
ملیریا وغیرہ کے جراثیم مچھروں، چوہوں اور دوسرے کیڑوں کے

ذریعے جو ہمیں کاٹتے ہیں۔
آنکھوں کی بیماریاں گندی انگلیوں یا گندے کپڑے
سے آنکھیں ملنے سے۔ اِن گندی اُنگلیوں اور گندے
کپڑوں میں بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب بیچ بیچ میں ہیضے، سل اور طاعون وغیرہ
کے کیڑوں اور ان مرضوں میں مبتلا مریضوں کی تصویریں
بھی دکھاتے جاتے تھے۔

رات زیادہ ہو گئی تھی، ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر
ختم کر دی۔ آخر میں اُنھوں نے کہا "بھائیو میں نے تمھیں
اس مختصر سی تقریر میں بیماریوں کی اصلیت یا سبب اور اُن
سے بچنے کے طریقے بھی کچھ کچھ بتا دیے ہیں اور آیندہ

بھی بتاتا رہوں گا۔ اب یہ تمھارا فرض ہے کہ میری خاطر نہیں اپنی تندرستی کی خاطر ان پر عمل کرو۔ میں تمھاری مدد کے لئے ہمیشہ اور ہر وقت تیار ہوں۔"

جلسہ ختم ہوا تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دئے۔ چودھری اور نظام دین نے بھی اپنے گھر کی راہ لی۔ راستے میں چودھری بولے "آج تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ڈاکٹر صاحب کوئی کتاب پڑھ رہے ہوں۔" نظام دین نے کہا " مگر کیسی ضروری ضروری باتیں بتائی ہیں۔ مجھے تو آج معلوم ہوا کہ یہ بیماریاں کپڑوں سے پھیلتی ہیں۔

ہیضہ

امام دین:۔ اہا چودھری صاحب السّلام علیکم، کیوں خیر تو ہے۔ آج چہرے پر ہوائیاں کیسی اُڑ رہی ہیں۔ آؤ بیٹھو حُقّہ پیو۔ طبیعت تو اچھی ہے۔

چودھری:۔ وعلیکم السّلام، مَیں تو اچّھا ہوں کرم پور سے آ رہا ہوں۔ وہاں بڑے زور کا ہیضہ پھیلا ہوا ہے۔ بہت سے لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

امام دین:۔ (پریشان ہوکر) ارے! یہ مصیبت اس قدر قریب آ گئی!! بھائی پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔

گانوں بھر کی صفائی کراؤ۔ سب سے کہو اپنے اپنے کنوئیں صاف کریں۔ اور اُن میں پوٹاشیم پرمگنیٹ (لال دوائی) ڈلوائیں۔ ایک ایک یا زیادہ سے زیادہ دو دو تولے ہر کنوئیں کے لئے کافی ہو گا۔

اجی تم بیٹھے رہو۔ یہ بچے کس لئے ہیں۔ معراج دین کریا، عاشق علی تم سب بھائیوں کو جا کے سمجھا آؤ۔ اور دیکھو تمام گانوں کے کنوئیں کل تک صاف ہو جائیں اور ہاں معراج بیٹا، ذرا سُننا ہاں ہاں قریب آجاؤ۔ دیکھو سب سے کہہ دینا کہ کھانے پینے میں احتیاط رکھیں تازہ اور گرم کھانا کھائیں۔ دُودھ یا پانی پیتے وقت کھولا لیا جائے۔ اسے ڈھک کے رکھا جائے تاکہ

مکھیاں وغیرہ نہ آنے پائیں، نہ خاک دھول پڑے۔ گلے
سڑے باسی پھل ترکاریاں اور باسی کھانا ہرگز نہ کھایا
جائے۔ آئس کریم یا ملائی کی برف، مٹھائی، بازار کے
کھانے، بازار کے شربتوں سے پرہیز کیا جائے۔ کھانے
اور پینے کے برتن استعمال کرنے سے پہلے کھولتے ہوئے
پانی میں ڈال دیے جائیں۔ کھانا چار، چار گھنٹے
کے بعد تازہ پکا کر کھایا جائے۔ بیٹے کریم اور عاشق
تم بھی سب سے جا جا کر یہی کہہ دو۔

چودھری:۔ اچھا بھئی میں تو چلتا ہوں۔ ذرا
گھر کی خبر لوں۔

امام دین:۔ اجی بیٹھو بھی پریشانی کا ہے کی ہے

ذرا سستالو۔ خُدا سب گانوٗں والوں کو اس وبا سے امن میں رکھے۔ مگر بھئی چوٗدھری یہ بات تو میری سمجھ میں نہیں آئی کہ جوں ہی وبا پھوٗٹی اوٗر لوگوں نے اِدھر اُدھر بھاگنا شروٗع کیا۔ یہ تو بڑی بُزدِلی ہے۔ کوئی تدبیر کرنی چاہیے، نہ یہ کہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

چوٗدھری:۔ ہاں بھئی مگر یہ زندگی اوٗر موت کا سوال ہے۔ لوگ جلد گھبرا جاتے ہیں۔ پھر اِس میں ہرج بھی کیا ہے۔ یہی تو ہے نا کہ خراب آب و ہوا کو چھوڑ کر لوگ صاف اوٗر تازہ ہوا میں چلے جاتے ہیں۔

اِمام دین:۔ میرے خیال میں تو اوٗپر کی باتوں

کا خیال رکھا جائے تو ادھر اُدھر کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔

چودھری:۔ ہاں یہی تو بتانے کی ضرورت ہے اور یہی کیا بہت سی معمولی باتیں ہیں جنھیں لوگ نہیں جانتے۔ اب مثلاً خدانخواستہ کوئی اس بیماری میں مُبتلا ہو جائے تو سب سے پہلے تو اس کا کمرہ خوب اچھّی طرح صاف کرنا چاہیئے۔ کہیں قریب سے حکیم ڈاکٹر کو بُلانا چاہیئے، سوائے ایک یا دو تیمارداروں کے اور کسی کو مریض کے کمرے میں نہ جانے دیا جائے کوئی مریض کو یا اس کی کسی چیز کو چھُولے تو پہلے وہ صابن سے اچھّی طرح ہاتھ دھوئے پھر اُنھیں لال دوائی والے

پانی میں ایک منٹ تک ڈبوئے رکھے مریض کی قے یا پاخانہ فوراً گھر، تالاب یا ندی سے بہت دور گہرا گڑھا کھود کر دبا دینا چاہیئے۔ بیمار کا بستر یا کپڑے یا تو جلا دئے جائیں یا استعمال کرنے سے پہلے خوب کھولا لئے جائیں۔ پھر انھیں دھوپ میں سکھا لیا جائے، اگر یہ چیزیں آدھ گھنٹے تک کھولا کر سکھا لی جائیں تو مریض دوبارہ استعمال کر سکتا ہے۔ آس پڑوس میں ہیضے کی شکایت ہو تب بھی انھی باتوں کی احتیاط کرنی چاہیئے۔ کہیں سفر کو جانا ہو تب بھی ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

امام دین :- بس ٹھیک ہے، ہاں اگر وقت پر

ڈاکٹر نہ ملے تو مریض کو اِمرت دھارا ایک دو قطرے
پانی میں ڈال کر پلا دیا جائے۔ سُنا ہے بہت
فائدہ دیتا ہے۔

چودھری :۔ اچھا بھئی اب چلے۔ السّلام علیکم۔
اِمام دین :۔ وعلیکم السّلام۔

طاعون

چودھری:۔ کہو بھئی نظام دین۔ السلام علیکم آج کل کیا خبریں ہیں سُنا ہے خوب لڑائی چھڑی ہوئی ہے۔

نظام دین:۔ وعلیکم السلام۔ ہاں بھائی مگر ہمیں تو آج کل گھر کی لڑائی کی فکر ہے۔ اس کم بخت طاعون نے سب کو بدحواس کر دیا ہے۔

چودھری:۔ یہ تو سچ کہتے ہو، ابھی معراج دین رسول پور سے آ رہا ہے، وہ کہتا تھا کہ وہاں بھی یہ وبا آہستہ آہستہ پھیل رہی ہے۔ اے لو

ڈاکٹر حمید بھی آرہے ہیں، خدا خیر کرے۔

نظام دین:۔ آہا ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم۔ کہئے خیریت تو ہے۔ آج ادھر کیسے نکل پڑے؟

ڈاکٹر:۔ بھائی وعلیکم السلام۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ادھر قریب کی دو چار بستیوں میں طاعون پھیل گیا ہے..................

چودھری:۔ (بات کاٹ کر) جی ہاں ڈاکٹر صاحب ابھی یہی بات چیت ہو رہی تھی۔ بہت فکر ہو گئی ہے۔

ڈاکٹر:۔ ہاں بھئی فکر کی بات ہی ہے۔ خدا بچائے بڑی خطرناک بیماری ہے۔ میں نے سوچا آس پاس کا چکر لگا کر اپنے بھائیوں کو اس سے حفاظت کی

کچھ ضروری باتیں بتا آؤں۔ ورنہ جب یہ دبا کہیں
پھیلنے لگتی ہے تو لوگ اس قدر بدحواس ہو جاتے ہیں
کہ کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتا اور اب تو خیر کچھ بھی
نہیں۔ شروع شروع میں جب یہ ہندوستان میں
آئی ہے تو بس کچھ نہ پوچھو، لوگوں کی سمجھ میں کچھ
نہ آتا تھا کہ کیا تدبیر کریں۔ جہاں کہیں یہ پھیلتی تھی
بس قیامت کا نمونہ ہوتا تھا۔ لوگ اس سے اتنا
ڈر گئے تھے کہ جوں ہی اس کے پھیلنے کی خبر ملتی تھی
اپنی جانیں لے لے کر بھاگتے تھے۔

چودھری :۔ یہ حالت تو اب بھی ہے
ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر:۔ نہیں بھئی اب پہلے کے مقابلے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلے کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ مرض کس وجہ سے پھیلتا ہے۔ کس طرح سے روکا جا سکتا ہے، اور اس سے بچنے کے لئے کن کن احتیاطوں کی ضرورت ہے۔ لیکن اب یہ بات نہیں ہے۔ اس کی وجہ بھی معلوم ہو گئی ہے۔ اس سے بچنے کی تدبیریں بھی معلوم ہو گئی ہیں۔ اور بہت سے کامیاب علاج بھی دریافت ہو گئے ہیں۔

نظام دین:۔ وجہ تو بس وہی ہے ہچوہوں میں بیماری پھیلنا۔ کیوں ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر:۔ ہاں ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ اصل میں

تو یہ بیماری ہی چوہوں کی ہے۔ بات یہ ہے کہ اِس
بیماری کے کیڑے ہوتے ہیں۔ بہت ہی ننھّے ننھّے کیڑے
جب تک خوردبین سے نہ دیکھو نظر ہی نہیں آتے۔ جب
یہ کیڑے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں تو اس تیزی سے
بڑھتے ہیں کہ خُدا کی پناہ۔ بس انسان کو ہلاک ہی کر کے
چھوڑتے ہیں۔ لیکن یہ انسان کے جسم تک کیسے پہنچ
جاتے ہیں۔ اس کا بھی قصّہ سُن لو۔ چوہے کے جسم پر
جو پسّو ہوتے ہیں وہ بیمار چوہوں کا خون چوستے رہتے
ہیں اور خون کے ساتھ ساتھ طاعون کے یہ ننّھے ننّھے
کیڑے بھی۔ چوہا مر جاتا ہے تو یہ فوراً اس سے الگ
ہو جاتے ہیں۔ اب یہ پسّو جسے بھی کاٹیں گے اُسے طاعون

ہو جائے گا۔ اس لئے کہ کاٹتے وقت یہ ننھے ننھے کیڑے
اس کے جسم میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ تو اب سبھی
لوگ جانتے ہیں کہ جس جگہ چوہے مرنا شروع ہوئے
اور طاعون کی وبا پھیلی۔

نظام دین :۔ جی ہاں اور جس کمرے میں چوہا
مرا اس میں رہنا بھی خطرناک ہے۔

ڈاکٹر :۔ اس کی وجہ بھی معلوم ہے۔

چودھری :۔ وجہ آپ بتائیے۔

ڈاکٹر :۔ (ہنس کر) واہ بھئی اس کمرے میں
مرے ہوئے چوہے کے پسو ضرور ہوں گے، اور جو کوئی
اس کمرے میں جائے گا اسے ضرور کاٹیں گے۔

نظام دین:۔ تو اس مصیبت کا کوئی علاج بھی ہے ڈاکٹر صاحب؟

ڈاکٹر:۔ سب سے اچھا علاج تو یہ ہے کہ گھر میں چوہے ہی نہ رہنے پائیں۔

چودھری:۔ وہ کیسے ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر:۔ بہت سی باتیں ہیں۔ گھر پکا بنواؤ۔ یہ بھی ممکن نہ ہو اور اناج کو گھر ہی میں رکھنا منظور ہو تو ٹین کے کنستروں میں رکھو۔ وہی مٹی کے تیل والے کنستر۔ یہ بھی نہ مل سکیں تو ایسے برتن ہونے چاہئیں، جن میں چوہے نہ گھس سکیں۔ مثلاً گھڑا، مٹکا وغیرہ۔ اس کے علاوہ گھر میں کوڑا کرکٹ بالکل نہ رہے۔ کھانے

پینے کی چیزوں کا بچا ہوا ایک ذرہ بھی نیچے نہ رہنے دیا جائے۔ چوہوں کو کھانے پینے کے لئے کوئی چیز نہ ملے گی یا پکّے مکانوں میں بل بنانے کی سہولت نہ ہو گی تو پھر وہ گھر میں کیوں رہنے لگے۔

چودھری :- بات تو ٹھیک ہے، ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر :- دیکھو انگریزوں کے بنگلوں میں چوہے نہیں ہوتے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اُن کے گھر پکّے بنے ہوتے ہیں، دوسرے وہ غلّہ وغیرہ اپنے یہاں نہیں رکھتے۔ اس لئے یہ لوگ اس مرض میں بہت کم مُبتلا ہوتے ہیں۔

چودھری:۔ اور پھر ڈاکٹر صاحب ان چوہوں کی وجہ سے غلّے کا اور دوسری چیزوں کا کتنا نقصان ہوتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ بس یہ سمجھ لو کہ سارے ہندوستان میں ایک سال کے اندر کوئی پندرہ کروڑ روپیے کا نقصان ہو جاتا ہے۔

نظام دین:۔ اُف فوہ۔ تب تو ڈاکٹر صاحب محض نقصان کے خیال سے چوہوں کا قلع قمع کر دینا چاہیئے۔ آپ نے تو آج بہت ہی ضروری باتیں بتائیں۔ چودھری ابھی لوگوں کو بلا کر یہ سب باتیں سمجھا دو تو بڑا کام کرو۔

چودھری :۔ (نظام دین سے) ابھی ذرا ٹھہر جاؤ ڈاکٹر صاحب! آپ یہاں بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں گے۔ بھوک بھی لگی ہو گی۔ میرے گھر چلئے۔ کھانا تیار ہے تکلیف کی بات نہیں، آپ کو چلنا پڑے گا۔ نظام دین تم بھی آؤ۔

نظام دین :۔ ہاں، ہاں، چلو۔

چودھری :۔ ڈاکٹر صاحب ابھی تک تو آپ نے احتیاط کی تدبیریں بتائی ہیں۔ لیکن اگر وبا پھوٹ جائے تو کیا کیا جائے۔

ڈاکٹر :۔ اگر وبا پھوٹ پڑے یا تمھارے پڑوس میں چوہے مرنے لگیں تو فوراً اور سب سے پہلا کام یہ

کرو کہ ٹیکا لگواؤ۔ لوگوں کے مرنے کا انتظار مت کرو
کیا عجب جو خدانخواستہ سب سے پہلے تُمھی اِس کا شکار
ہو جاؤ۔ ٹیکا لگوانے کے بعد بیماری کا خطرہ گویا بالکل
دُور ہو جاتا ہے۔ اگر ٹیکا لگنے کے بعد بھی کوئی بیمار ہو جائے
تو اس کی زندگی کی اُمّید بہت زیادہ رہتی ہے۔ ہاں
دیکھو اگر طاعون کے پسّو نے تُمھیں کاٹ لیا ہے تو
ٹیکا لگوانے کے بعد بھی تم بیمار ہو سکتے ہو۔ اگر ٹیکا لگنے
کے دو تین دن بعد بیماری کا حملہ ہو تو ضرور یہی بات ہوگی
اِس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ٹیکا لگانا بے کار ثابت ہوا۔
بلکہ اس حالت میں بھی تمھارے اچھّے ہونے کا اِمکان
زیادہ ہوگا۔ غرض ٹیکا ہر حالت میں مُفید ثابت ہوتا ہے۔

اگر خود تمھارے گھر میں چوہا مر جائے تو فوراً گھر سے
نکل آؤ۔ صرف کھانے کے برتن لے لو۔ اور سب چیزیں
جہاں کی تہاں چھوڑ دو۔ بستر کپڑے وغیرہ کوئی سامان ساتھ
نہ لو۔ گھر میں تالا لگا دو اور آبادی سے باہر تازہ ہوا
میں جھونپڑا بنا کر رہو۔ گھر میں اس وقت تک نہ جاؤ
جب تک بیماری کے اثر سے بالکل پاک صاف نہ ہو جائے
کوئی ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ تمھارے گھر کے دالان
اور کوٹھریوں وغیرہ میں سورج کی روشنی اور تازہ ہوا
پہنچ سکے پورے دس دن تک۔ پھر اپنے کپڑے اور بستر
وغیرہ دھوپ میں ڈال دو، اور بار بار الٹتے پلٹتے رہو
تاکہ ہر ہر حصّے پر دھوپ پڑ جائے۔

تمھارے پڑوس میں چوہوں کا مرنا بند ہو گیا ہو اور کوئی طاعون میں مبتلا نہیں ہوا ہے تو جلد اپنے گھر جا سکتے ہو۔

تمھیں ایسے گھر میں جانا پڑے جہاں ابھی ابھی چوہے مرے ہیں تو صرف دن میں جاؤ۔ رات میں ہرگز نہ جاؤ بوٹ جوتا پہنو اور پٹیاں باندھ لو تاکہ پسّوؤں کو پیروں میں کاٹنے کا موقع نہ ملے۔ بیٹھو تو ایسی جگہ بیٹھو کہ پسّو تمھارے جسم کے کھلے ہوئے حصّے تک نہ پہنچ سکیں مرے ہوئے چوہے کو ہرگز نہ چھوؤ۔ ہاں جب اس پر تیل ڈال دیا جائے تو چمٹے سے پکڑو۔ اور ایک طرف لے جا کر جلا دو۔

اگر کسی طاعون کے مریض سے کسی دوسرے شخص کو یہ بیماری لگ جائے تو کوئی خطرے کی بات نہیں ہاں اگر اس سے پہلے مریض کو نمونیا ہو گیا ہے تو ضرور خطرہ ہے۔ ایسے مریض کو فوراً کسی جھونپڑے میں منتقل کر دو جو خاص اسی غرض کے لئے بنایا گیا ہو۔ اگر تم طاعون کا ٹیکا تھوڑے ہی دنوں پہلے لگوا چکے ہو تو ایسے مریض کی تیمارداری میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اگر تم ہر سال طاعون پھیلنے سے پہلے ٹیکا لگوا لیا کرو اور اپنے گھر کو چوہوں سے پاک رکھو تو تمھیں اس مرض میں مبتلا ہونے کا بہت کم اندیشہ ہے۔ بھائی چودھری میں ایک ہی سانس میں بہت سی باتیں بتا گیا ہوں۔ جانے

تمھیں یاد بھی رہیں گی یا نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم
اور بھائی نظام دین یہ سب باتیں گاؤں کے اور
سب بھائیوں کو بھی بتا دو۔ جس قدر جلد یہ کام ہوگا
اتنا ہی اچھا ہے۔ اِس لئے کہ یہ مصیبت یوں سمجھو
کہ بالکل سر پر آگئی ہے۔

چودھری:۔ نہیں ڈاکٹر صاحب آپ نے جو
کچھ بتایا ہے اس کا ایک ایک حرف یاد ہے۔

نظام دین:۔ ڈاکٹر صاحب مجھے بھی۔

چودھری:۔ اچھا ڈاکٹر صاحب کھانا
تیار ہے۔ ہاتھ دھو لیجئے۔ نظام دین تم بھی ہاتھ دھو لو
کھانا کھا کر ڈاکٹر صاحب تو تھوڑی دیر آرام

کریں گے اور ہم زمیندار بھائیوں کو بلا کر یہ سب
باتیں بتا دیں گے۔ یہ کام تو اب کرنا ہی ہے۔

سِل

نظام دین :- آؤ جی لالہ رام دیال، کہو خیریت! کُچھ پریشان سے نظر آتے ہو۔

رام دیال :- ہاں بھائی ویسے تو سب خیریت ہے۔ پر لڑکی کو کوئی پندرہ دِن سے بُخار آرہا تھا۔ کھانسی بھی تھی۔ آج ڈاکٹر صاحب کو بُلوا کر دکھایا۔ اُنھوں نے کہا "اسے پھیپھڑوں کا مرض ہو گیا ہے۔"

چودھری :- (بات کاٹ کر) سچ مُچ! بھائی بہت غور سے علاج کراؤ۔ شروع شروع میں علاج کرا لیا جائے تو مریض اچھا ہو جاتا ہے، ورنہ بڑی مشکل

ہوتی ہے۔

رام دیال :۔ ڈاکٹر صاحب بھی کہتے تھے، کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ علاج غور سے کراؤ۔ مگر میرا دل جانے اندر سے کیسا ہو رہا ہے۔

چودھری :۔ ہاں بھئی اولاد کا معاملہ ہے۔ کوئی غیر بیمار ہو جاتا ہے تو دل کو دُکھ ہوتا ہے یہ تو اپنی بچّی ہے۔ مگر بھئی یہ مرض تو چھوت سے لگتا ہے۔ اس بچّی کو کہاں سے لگ گیا۔

رام دیال :۔ اجی کیا بتاؤں چودھری! لڑکی اپنے ماموں کے گھر گئی تھی وہاں سے آنے کے دو ہی تین دن بعد چارپائی پر پڑ گئی۔

نظام دین :- وہاں کسی کو کھانسی بخار تو نہیں ۔

رام دیال :- اجی تم کھانسی بخار کہتے ہو۔ اُس کے ماموں کی ساس اسی بیماری میں ایڑیاں رگڑ رہی ہے۔ بہت علاج ہوئے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اب جتنے دن بھی جی جائے غنیمت جانو۔

چودھری :- بس یہی بات ہے، وہیں کوئی بد احتیاطی ہوئی ہے۔

رام دیال :- ہاں بھائی ڈاکٹر صاحب بھی یہی کہتے تھے۔ وہیں سے یہ مرض لگ گیا اور کم زور تو بچی ہے۔ فوراً اس پر اثر بھی ہو گیا۔

نظام دین :- ڈاکٹر صاحب نے کچھ پرہیز اور احتیاط بھی بتلائی ہے۔

رام دیال :- اُنھوں نے تو پوری تقریر کردی۔ واقعی بڑا ہمدرد اور شریف آدمی ہے۔

نظام دین :- کچھ یاد بھی ہے کیا کہتے تھے؟

رام دیال :- اجی اُنھوں نے تو شروع سے آخر تک پوری آلھا گادی۔ کہنے لگے "دنیا میں لوگ سب سے زیادہ اسی مرض میں مرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی یہ بہت عام ہے۔ خاص کر قصبوں اور شہروں میں تو اسی فی صدی۔ انھوں نے بتایا کہ اس مرض کے کیڑے ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے ان کا انگریزی میں

نام بھی لیا۔ میری زبان پر تو یہ لفظ چڑھے نہیں ۔ یہ
باریک باریک کیڑے (جو صرف خوردبین کے ذریعے
دکھائی دیتے ہیں) سانس کے ذریعے پھیپھڑوں تک
پہنچ جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ انھیں تباہ
کردیتے ہیں ۔ یہ کیڑے ہیضے کے کیڑوں کی طرح
آنتوں میں بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ پھیپھڑوں کی طرح
آنتوں میں بھی یہی زہر پھیلا دیتے ہیں اور یہ آنتوں کی
دِق کہلاتی ہے۔ اِس مرض یعنی سل سے بچنے کے لئے
بھی انھی احتیاطوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے جس
پر ہیضے کے زمانے میں عمل کیا جاتا ہے..........

نظام دین :۔ (بات کاٹ کر) ہاں ہاں وہ تو

ہمیں معلوم ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی بتایا تھا اور کئی
مہینے ہوئے ہم پیام تعلیم میں بھی پڑھ چکے ہیں یعنی مریض
کے کمرے میں ایک مکھی بھی نہ رہنے پائے۔ کمرے کے
دروازے اور کھڑکیوں پر چقیں لٹکا دی جائیں ، اور
تیماردار کھانا کھانے سے پہلے کسی دوائی سے ہاتھ دھولے
کھانا ہمیشہ گرم اور تازہ کھائے۔ پانی اور دودھ پینے
سے پہلے خوب اُبال لیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

رام دیال :۔ ڈاکٹر صاحب کہتے تھے کہ جب یہ
بیماری پھیپھڑوں پر حملہ کرتی ہے تو آدمی کو بخار اور کھانسی
آنے لگتی ہے۔ بہت دنوں تک وہ اس میں مُبتلا رہتا ہے
بعض لوگوں کو دو تین دن کے لئے یہ شکایت ہو جاتی ہے۔

یہ یا تو نزلہ زکام کی وجہ سے ہوتا ہے یا گلے کی خرابی کے سبب لیکن اگر مریض زیادہ دنوں تک بیمار رہے مثلاً ایک یا دو ہفتے تو فوراً بغیر کسی پس وپیش کے کسی حکیم، ڈاکٹر کو نبض دکھانا چاہیے۔ اس مرض کا علاج شروع ہی میں کر لیا جائے تو مریض عموماً اچھا ہو جاتا ہے اور اگر شروع میں لاپرواہی برتی گئی اور مرض بڑھ گیا تو پھر علاج میں بہت دقت ہوتی ہے۔ دق اور سل کے معاملے میں احتیاط اور پرہیز علاج سے زیادہ اہم ہے۔ اگر احتیاط اور ان آسان باتوں پر عمل کیا جائے تو ہزاروں جانیں موت سے بچ سکتی ہیں۔

چودھری:۔ ہاں بھئی احتیاط تو ہر معاملے میں

اچھی ہوتی ہے۔ حکیم ڈاکٹر بے چارے ہمیشہ چیختے چلاتے رہتے ہیں۔ مگر ہم اس وقت چونکتے ہیں جب دشمن ہمارے دروازے پر آجاتا ہے۔

نظام دین:۔ اور جو سمجھ دار ہیں وہ پہلے ہی سے چوکنے رہتے ہیں۔ مگر بھائی اب تو ہمارے زمیندار بھائیوں میں بھی بڑی بیداری پیدا ہو گئی ہے۔

رام دیال:۔ ہاں خیر تو ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ "یہ مرض پھیلتا کیسے ہے، دق اور سل کا مریض جب کھانستا ہے تو بلغم کے بہت ہی ننھے ننھے قطرے بالکل جیسے گرد و غبار کے ذرے، ہوا میں پھیل جاتے ہیں ان میں سے بہت سے زمین تک پہنچنے سے پہلے خشک ہو جاتے

ہیں اور ہوا میں تیرنے لگتے ہیں۔ ان ذرّوں یا قطروں
میں اکثر سِل کے کیڑے ہوتے ہیں۔ اِن کیڑوں کو ڈاکٹر
لوگ جرم یا جراثیم بھی کہتے ہیں۔ اب اگر کوئی بیمار کے
کمرے میں جائے گا تو ظاہر ہے کہ سانس کو تو بند نہیں
کرسکتا اور یہ بہت ممکن ہے کہ سانس کے ساتھ ہوا میں
تیرتے ہوئے ذرّے اُس کے پھیپھڑوں تک پہنچ جائیں
وہاں پہنچ کر یہ بڑھنا شروع ہوتے ہیں اور بھلا چنگا
آدمی اس بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔

اِس کے علاوہ بیمار آدمی اکثر زمین پر تھوکتا ہے
بلغم خشک ہو کر گرد و غُبار میں مل جاتا ہے۔ اِس میں سِل
کے جراثیم بھی ہوتے ہیں اور یہ گرد و غُبار ہوا میں مل جاتا

ہے اور بہت ممکن ہے کہ کمرے میں ساتھ رہنے والوں کے پھیپھڑوں تک سانس کے ذریعے پہنچ جائے۔

چودھری :۔ ہاں بھئی یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔

رام دیال :۔ ایسی ویسی خطرناک! مگر ہمارے بھائی بند ان باتوں کو کہاں سمجھتے ہیں، ایسے خطرناک مرض کا یوں پھیلنا بھائی سچ تو یہ ہے کہ بہت کچھ ہماری لاپرواہی اور جہالت کا نتیجہ ہے۔ اگر مریض کھلے ہوئے برآمدے میں رکھا جائے تو یہ خطرہ بڑی حد تک دور ہو جائے۔ کھلی ہوا میں رہنے سے بلغم کے ذرّے یا سل کے جراثیم ہوا اُڑا لے جائے گی اور جب تک کوئی کھانستے وقت

اپنا منہ ہی مریض کے پاس نہ لے جائے بیماری سے لگنے کا
کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خود مریض کے لئے بھی کھلی ہوا
میں سانس لینا بہت مفید ہے۔ ہاں مریض کے کپڑے
اور بستر خوب گرم ہونے چاہئیں۔ بارش اور ٹھنڈی ہوا
سے بھی اس کا بچاؤ ضروری ہے۔ ان باتوں کا کافی
انتظام ہو تو مریض کو دن رات برآمدے ہی میں
لٹانا چاہیئے۔ لیکن مریض اس پر راضی نہ ہو تو اُسے
ہوادار کمرے میں رکھا جائے۔ اور سوائے کسی خاص
ضرورت کے اُس کے کمرے میں کوئی نہ آنے پائے۔

نظام دین :۔ مگر میرے خیال میں مریض کے
لئے سب سے اچھا یہی ہے کہ کھلی ہوا میں رہے۔ اِس

صورت میں اس کے رشتے دار بھی بغیر کسی خطرے کے اس سے زیادہ قریب رہ سکتے ہیں۔

رام دیال :۔ اور کیا۔ اور بھئی اس سے بھی اچھی بات تو یہ ہے کہ جس کسی کو کھانسی کی شکایت ہو وہ خود دوسروں سے الگ تھلگ رہے۔ ایک ہی کمرے میں اور لوگوں کے ساتھ نہ رہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے تھے کہ لوگ اس طرح کی احتیاطیں کریں تو سِل، دمہ، نزلہ، زکام، انفلوئنزا یا اسی طرح کی پھیلنے والی بیماریاں کبھی نہ پھیلیں۔

چودھری :۔ ہاں بھئی یہ سب متعدی (پھیلنے والی) بیماریاں ہیں۔ ہمیشہ بے احتیاطی کی وجہ سے

پھیلتی ہیں۔

رام دیال:۔ ہاں ایک بات وہ اور کہتے تھے ہیں وہ بتانا بھول ہی گیا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ ایک اور طریقے سے سل کا مریض دوسروں کے لئے خطرناک ہو سکتا ہے۔ اگر مریض فرش پر تھوکتا ہے۔ تو اس بات کا بہت امکان ہے کہ گھٹنے چلنے والے بچوں کی اُنگلیاں اس میں سن جائیں۔ یہ سنی ہوئی اُنگلیاں بچّہ اپنے مُنہ میں لے جائے گا تو سل کے جراثیم اس کے [illegible] میں پہنچ جائیں گے اور اُسے آنتوں کی سل ہو جائے گی۔ اگر مریض نے ذرا احتیاط کی، کمرے میں نہ تھوکا اور آگے بڑھ کر آنگن میں تھوک دیا تب بھی خطرہ ہے۔ اس تھوک

کی وجہ سے یہ مٹّی خراب ہو جائے گی۔ اب اگر مٹّی سے
برتن وغیرہ مانجھے گئے تو برتنوں پر بھی اس کا اثر آجائے
گا اور ان برتنوں کے استعمال کرنے والوں کو بھی آنتوں
کی سِل ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اکثر مکّھیاں مریض کے
تھوک پر بیٹھ جاتی ہیں، سِل کے کیڑے یا جراثیم ان کے پیروں
میں چپٹ جاتے ہیں، اب یہ جس چیز پر بیٹھتی ہیں سل کے
کیڑے وہاں چھوڑ دیتی ہیں۔ اگر یہ کھانے کی چیز پر بیٹھیں تو
کھانے والوں کو آنتوں کی سِل ہو جائے گی۔ آخر میں
اُنھوں نے مریض کے لئے چند احتیاطیں خاص طور پر
بتائیں مثلاً (۱) مریض برآمدے یا کھُلے ہوئے سائبان
میں رہے۔ کمرے میں رہنا ضروری ہو تو بس اکیلا رہے

اور کسی کو اپنے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دے (۲) مریض کی چارپائی کے پاس تھوکنے کے لئے ایک چھوٹا سا مٹی کا برتن ہونا چاہیئے۔ اس میں راکھ بھری ہو مریض بس اسی میں تھوکے۔ اس پر کوئی چیز ڈھکی ہوئی ہو تاکہ مکھیاں نہ بیٹھ سکیں۔ اس برتن کو دن میں دو بار صاف کیا جائے برتن کو خشک کرنے اور تھوک کو جلانے کے لئے جلتے ہوئے کوئلے استعمال کئے جائیں۔ (۳) کھانسی کے بعد منہ کاغذ یا کپڑے سے پونچھنا چاہیئے۔ یہ کپڑا یا کاغذ استعمال کے بعد فوراً جلا دیا جائے۔ (۴) مریض کے کھانے پینے کے برتن بالکل الگ ہوں۔ کھانا بھی گھر کے دوسرے لوگوں سے الگ کھائے۔ کھانستے وقت مریض کو اپنے منہ پر

کپڑا یا کاغذ کا ٹکڑا رکھ لینا چاہیئے۔ شروع شروع میں تو
ان احتیاطوں کا خیال رکھنا ایک مصیبت ہی معلوم ہوگا
مگر سچ پوچھو تو ہیں یہ بہت آسان، ساتھ ہی اس مرض
سے بچے رہنے کے لئے ضروری بھی ہیں۔

چودھری :۔ اور کیا، اس کے علاوہ تازہ ہوا کا
خیال رکھا جائے۔ صاف ستھرا کھانا کھایا جائے،
روزانہ ورزش کی جائے تو بھی سل کا کوئی خطرہ نہیں۔
اچھی تندرستی کے لوگ عموماً اس سے بچے رہتے ہیں ہاں
کم زور لوگوں پر اس کا اثر بہت جلد ہو جاتا ہے۔ ان
کے لئے احتیاط اور بھی ضروری ہے۔

رام دیال :۔ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ چودھری

اور ہاں ڈاکٹر صاحب نے ایک بات اور عجیب بتائی
کہتے تھے کہ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ مرض باپ
سے بیٹے کو وراثت میں ملتا ہے۔ مگر یہ بات غلط ہے
ہوتا یہ ہے کہ ایک گھر میں رہنے سہنے سے ایک کا مرض
دوسرے کو لگتا ہے۔ اگر احتیاط سے کام لیا جائے تو
یہ صورت کبھی نہ پیدا ہو۔

نظام دین :۔ اب تک تو ہم بھی یہی سمجھتے تھے
مگر ڈاکٹر صاحب کی بات بھی سمجھ میں آتی ہے۔

چوتھیے کا بخار

چودھری نظام دین :۔ آہا بھئی امام دین آج تو سردار کرتار سنگھ نظر آرہے ہیں۔ اتنے دنوں کہاں رہے سردار۔

امام دین :۔ ارے یہ تمھیں کیا ہوگیا۔ کیا کچھ طبیعت خراب ہے؟ چہرا بالکل سفید پڑگیا ہے۔

کرتار سنگھ :۔ ارے بھائی اب سے تھوڑی ایک مہینے سے طبیعت خراب ہے۔ تیسرے چوتھے بخار آجاتا ہے۔

چودھری :۔ علاج کس کا ہے؟

کرتار سنگھ:۔ علاج کس کا ہوتا۔ بس بُخار آتا ہے تو یہی بنفشہ، شنفشہ، مُنقّی ہُنقّی گھونٹ کر یا اوٹا کر پی لیتا ہوں۔ بخار تھم جاتا ہے۔

امام دین:۔ ارے یار رہا تو گنوار کا گنوار کبھی ڈاکٹر واکٹر کو کیوں نہیں دِکھا دیتا۔ مرض کی طرف سے کبھی لاپرواہی نہیں برتنی چاہیئے۔

چودھری:۔ یہیں گاؤں میں بُدھ وپ سنگھ بہت اچھے ڈاکٹر ہیں اِنھیں کو جا کر دکھا دو۔

کرتار سنگھ:۔ نا چودھری میں اکیلا نا جانے کا۔ جانے ڈاکٹر صاحب کیا مرض بتا دیں۔

اِمام دین:۔ اور دانت نکال کر تھارے

پیچھے دوڑے۔

چودھری :۔ اچھا چلو میں بھی چلتا ہوں۔ آؤ یار امام دین تم بھی چلو۔ ڈاکٹر سے کئی دن سے ملاقات بھی نہیں ہوئی ہے۔ ایسا دور ہی کتنا ہے بس چار قدم کا تو فاصلہ ہے۔

امام دین :۔ اچھا چلو۔ اوہ ہو۔ ڈاکٹر صاحب تو نظر نہیں آتے۔ شاید اندر چلے گئے گھر میں سے بلوانا پڑے گا۔ دیر بھی تو بہت ہوگئی۔ اے لو وہ خود ہی نکل آئے۔ کسی کام سے آئے ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب آداب عرض۔

ڈاکٹر :۔ آداب عرض۔ کہئے خیریت! یہ قافلہ

کدھر جا رہا ہے۔

چودھری:- آپ ہی کے پاس آیا تھا۔

ڈاکٹر:- تو پھر آیئے۔

امام دین:- ذرا ہمارے سردار جی کو دیکھ لیجئے

بے چارے کئی دن سے بیمار ہیں۔

ڈاکٹر:- (نبض اور زبان دیکھ کر) کب سے

طبیعت خراب ہے؟

کرتار سنگھ:- ڈاکٹر صاحب کوئی ایک مہینے

سے ہے۔ پہلے ایک ہفتے تک بخار آتا رہا پھر اُتر گیا۔

ایک ہفتے کے بعد پھر آ گیا۔ اب کے یہ دو تین دن

رہا۔ اب یہ حال ہے کہ کچھ دن تو طبیعت اچھی رہتی

ہے اور پھر بخار ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ اوہو یہ چھچھڑے کا بخار ہے۔ بھائی سردار تم نے بہت لاپرواہی سے کام لیا۔ خیر کوئی بات نہیں یہ نسخہ پیو..............

امام دین:۔ کیا یہ کوئی خطرناک بیماری ہے ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر:۔ ایسی خطرناک تو نہیں، مگر لاپرواہی سے کام لیا جائے تو خطرناک ہو جاتی ہے۔ یہ یو،پی میں خاص طور سے پھیلتی ہے اور بہت سی جانیں جاتی ہیں اسے چھچھڑے کا بخار کہتے ہیں۔ یہ پھیلنے والی بیماری ہے جوؤں کے ذریعے لوگوں میں پھیلتی ہے۔ اس سے بچنے

کی صورت بس یہی ہے کہ اپنا سر اور بدن خوب صاف
رکھا جائے۔ اگر کسی کو یہ بخار ہو جائے تو سب سے پہلے
تو پورے گھر کو خوب صاف کرنا چاہیئے۔ تمام کپڑے
بستر بچھونے ہر روز دھوپ میں ڈالنے چاہیئیں۔ گھر
میں سب کے سر کے بال کم کرا دینے چاہیئیں یا مٹی کا تیل
ایک حصہ اور رائی کا تیل دو حصہ ملا کر سر میں اچھی طرح
ملنا چاہیئے۔ چار دن تک روزانہ۔ ایک گھنٹے بعد
صابن سے دھو ڈالو۔ روزانہ نہانے کے بعد رائی کا تیل
بدن پر ضرور ملا جائے۔ اس بخار کے مریض کا بچھونا
اور کپڑے یا تو پانی میں اُبال لئے جائیں یا دھوپ میں
گرم ریت یا سخت زمین پر کئی دن تک سکھائے جائیں

بیمار کو ایک الگ جھونپڑے یا کھلے برآمدے میں رکھنا چاہیئے۔ اس کے جسم پہ روزانہ رائی کا تیل ملنا چاہیئے۔

اگر اِن باتوں کا خیال رکھا گیا تو اس بخار کے مریض کی تیمارداری میں کوئی ہرج نہیں۔ ورنہ ایسے مریض کی تیمارداری بھی خطرے سے خالی نہیں۔ اکثر جو لوگ مریض کو دیکھنے اُس کے کمرے میں آتے ہیں مریض کی جوئیں کسی طرح اُن کے کپڑوں میں چلی جاتی ہیں اور بیمار ہو جاتے ہیں۔

چودھری:۔ بڑا بُرا بخار ہے۔ ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر:۔ ہاں چودھری ہر مرض کا یہی حال ہے اگر شروع میں توجہ نہ کی جائے تو بہت بڑھ جاتا ہے۔

بھائی چودھری ان بیماریوں کا سب سے اچھا علاج تو ہے صفائی اور احتیاط۔ اچھا کرتار سنگھ یہ نسخہ لے جاؤ اور میری ہدایتوں پر عمل کرو۔ چند دن میں اچھے ہو جاؤ گے۔
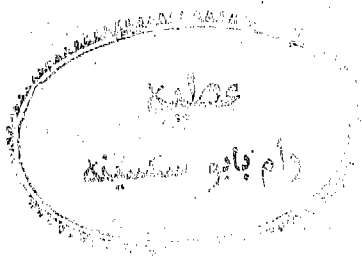
چیچک

شام کا وقت تھا چودھری اللہ دیا اپنی چوپال میں
بیٹھے حقّہ گڑگڑا رہے تھے۔ اِمام دین اور نظام دین بھی
سامنے کی کھاٹ پر بیٹھے تھے ایک طرف کو میر زاہد حُسین
بھی چُپ بیٹھے تھے۔ چودھری نے کہا "بھائی اِمام دین
اس مرتبہ چیچک کی وبا بُری طرح پھیلی"۔ اِمام دین نے
سر ہلا کر جواب دیا "ہاں چودھری اور ابکی اس وبا میں
بچّے مرے بہت۔ پر چودھری میر صاحب کے بچّے کے مرنے
کا ہمیں بہت رنج ہوا، بہت ہونہار اور خوب صورت بچّہ
تھا"۔ چودھری نے کچھ حیرت، کچھ افسوس، کچھ شکایت کے

انداز میں میر صاحب کی طرف دیکھ کر کہا "اتنی بڑی بات ہو گئی اور میر صاحب تم نے ہمیں خبر بھی نہ کی میر صاحب نے غم گین لہجے میں کہا "کیا بتاؤں چودھری میں بالکل بدحواس تھا ابھی پندرہ بیس دن ہی کی تو بات ہے کہ میرا چہیتا بچہ خوشی کھیلتا پھرتا تھا۔ اس نامراد چیچک کا برا ہو اس نے میرے دل کا چین مجھ سے چھین لیا۔

کوئی پندرہ دن پہلے اُسے بخار آ گیا۔ میں نے اور بیوی نے کیا سب گھر والوں نے یہی خیال کیا کہ معمولی بات ہے۔ ایک دو روز میں بخار اُتر جائے گا۔ مگر اسے تین روز تک برابر تیز بخار رہا۔ کبھی ۱۰۴ ڈگری سے نیچے نہ اُترتا تھا۔ تیسرے دن شام کو دیکھا تو بدن پر جگہ جگہ دانے نکل آئے

تھے۔ کم زوری بہت بڑھ گئی تھی۔ زبان نکلوا کر دیکھی تو بہت
میلی تھی قبض کی شکایت بھی تھی۔ پیشاب بہت کم کم آتا تھا
کبھی کبھی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا تھا۔ سر میں بھی درد تھا
اور ہاتھوں پیروں میں درد بتاتا تھا۔ مجھے فکر تو ہوئی لیکن زیادہ
توجہ نہیں کی۔ یہ تو وہم بھی نہ تھا کہ یہ موذی مرض میرے بچّے
کی جان لے کر رہے گا۔ پانچویں روز تکلیف زیادہ بڑھی
تو میں نے ڈاکٹر سعید کو بلوایا۔ وہ مریض کی حالت دیکھ کر
کچھ سوچ میں پڑ گئے۔ اُن کی صورت دیکھ کر میں نے
ڈاکٹر صاحب سے پوچھا تو انھوں نے کہا اللہ مالک ہے
آپ نے بہت دیر کر دی۔ علامتیں اچھی نہیں ہیں۔ آپ
تین دن پہلے خبر کرتے تو علاج میں زیادہ سہولت ہوتی

خبر ہیں دوا لکھے دیتا ہوں، شفا اللہ کے ہاتھ ہے۔" یہ سن کر سب کے چہروں پر نا امیدی دوڑ گئی۔ میرے تو پیروں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا "مگر بھئی آپ تو پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ آپ کو تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بہت متعدی اور چھوت کا مرض ہے، اور تو اور مریض کی سانس کے ذریعے بھی اس کے جراثیم (کیڑے) ہوا میں پھیلتے ہیں۔ بہت سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ مریض کا بستر الگ ہوا دار کمرے میں کیجئے۔ اس میں کوئی اور پلنگ نہ ہو۔ کمرے میں سوائے آپ کے اور بچے کی ماں کے یعنی خاص خاص تیمارداروں کے کوئی اور جانے نہ پائے۔ آپ بھی اس کے بستر پہ ہرگز نہ بیٹھئے۔ اس کے پیشاب پاخانے کی بھی بہت احتیاط چاہیئے

اور ہاں سب سے پہلا کام یہ کیجیے کہ سب بچّوں اور بڑوں کے چیچک کا ٹیکا لگوایئے"

غوثی میاں کی حالت دن بدن بد سے بد تر ہوتی گئی۔ بہتیرا علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا وہ کم زور تو شروع ہی سے ہو گیا تھا، اب بے چینی بہت بڑھ گئی تھی، اونگھنے لگتا۔ کبھی ہذیان بکنے لگتا۔ چیچک کے دانے بڑے بڑے اور سُرخ تھے۔ پھر اُن میں پیپ پڑی اور کھجلی شروع ہوئی کھجلانے سے جگہ جگہ زخم ہو گئے۔ غرض پندرہ دن تک سخت تکلیفیں اُٹھا کر میرا لوتھال، میری آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ کو پیارا ہو گیا۔ میرے دل پر جو بیتی اور بیت رہی ہے وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

ڈاکٹر سعید کو اس بچّے سے بہت محبّت تھی۔ اُنھیں
اس کے مرنے کی خبر ہوئی تو وہ فوراً آئے اور کفنانے دفنانے
میں شریک ہوئے۔ قبرستان سے لوٹتے وقت اُنھوں نے
مجھ سے بہت تسلّی و تشفّی کی باتیں کیں۔ اس قسم کے بہت سے
حادثوں کا ذکر کیا جو ابھی حال میں ہوئے تھے اور بولے "میں
نے آپ سے کہا تھا یہ بہت موذی مرض ہے۔ جہاں پھیلتا
ہے بہت بُری طرح پھیلتا ہے۔ اس کا شکار زیادہ تر چار برس
تک کے بچّے ہوتے ہیں یا وہ لوگ جو چیچک کا ٹیکا نہیں لگواتے
ہیں۔ بڑی عمر کے لوگ اس سے کم مرتے ہیں۔ یہی کوئی پندرہ
فی صدی۔ عورتیں اس سے بھی کم۔ مگر یہ کم بخت اچّھا ہونے
پر بھی اپنی یادگار ضرور چھوڑ جاتا ہے۔ اوّل تو چیچک کے

داغ ہی کیا کم ہیں۔ اکثر دوسرے مرض بھی پیدا ہو جاتے ہیں
مثلاً آنکھوں میں جلن کا مستقل مرض ہو جاتا ہے۔ آنکھوں میں
پھولا پڑ جاتا ہے۔ کبھی کبھی آنکھیں بالکل پٹ ہو جاتی ہیں۔ کبھی
آنکھوں کے ڈھیلے گل جاتے ہیں اور آنکھیں بیٹھ جاتی ہیں۔ کان
کی ہڈی گل جاتی ہے اور آدمی بالکل بہرا ہو جاتا ہے۔ اکثر ناک
کی ہڈی بیٹھ جاتی ہے پھیپھڑوں پر اثر ہوتا ہے اور کھانسی
یا نمونیا ہو جاتا ہے۔ گردوں میں ورم یا پھوڑا ہو جاتا ہے۔ جسم پر
پھنسیاں اور کبھی کبھی کاربنکل نکل آتا ہے۔ غرض چیچک طرح طرح
کی بیماریاں اپنے پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔ پہلے زمانے میں تو
بے شمار جانیں اس سے ضائع ہوتی تھیں۔ مگر جب سے ٹیکے کا
رواج ہوا ہے اس کی بہت کچھ روک تھام ہو گئی ہے۔

دیکھئے آپ ہی کے گھر میں اور کوئی اس مرض میں مبتلا نہیں ہوا حقیقت یہ ہے کہ چیچک کے لئے اب تک اس سے اچھّی چیز دریافت نہیں ہوئی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے اور دوسرے ڈاکٹروں کی بھی یہی رائے ہے کہ چیچک نکل آنے کے بعد بھی مرض کے شروع میں ٹیکا لگا دیا جائے تو مرض کی شدّت بہت کم ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ مرض وبائی شکل میں پھیل جاتا ہے تو کبھی کبھی ان لوگوں کے بھی چیچک نکل آتی ہے جن کے ٹیکا پہلے سے لگا ہوتا ہے۔ لیکن اوّل تو ایسی مثالیں سُننے میں کم آئی ہیں۔ دوسرے ایسے مریض لوٹ پوٹ کر اچھّے ہو جاتے ہیں۔

دہلی اور دُوسرے بڑے شہروں میں ایسے مریضوں

کے لئے بہت اچھا انتظام ہے۔ وہاں شہر سے باہر متعدّی یا پھیلنے والی بیماریوں کے شفاخانے بنے ہوئے ہیں۔ جو لوگ چیچک یا کسی متعدّی مرض میں مُبتلا ہوتے ہیں ان شفاخانوں میں بھیج دئے جاتے ہیں لیکن جہاں ایسے شفاخانے نہیں ہیں وہاں ڈاکٹر یا حکیم کی ہدایتوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیئے اور بھائی سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ جب کبھی ایسے مرض کا خدشہ ہو چیچک کا ٹیکا لگوا لیا جائے" ؎